بچوں کے حقوق

(Rights of Children)

ا۔ قبل اَز پیدائش حقوق

قبل اَز پیدائش بچہ حالتِ جنین میں ہوتا ہے۔ اِسلام نے بچے کو حقوق عطا کرنے کا آغاز حالتِ جنین سے کیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ زندگی کا حق

بچے کی زندگی کا آغاز مرحلہ جنین سے ہوتا ہے۔ اسلام نے اس مرحلے سے بچے کے لئے زندگی کے حق کو قانونی حیثیت عطا کی ہے۔ چونکہ اِستقرارِ حمل کے چار ماہ بعد رحم مادر میں موجود بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے، اِس وقت حمل ضائع کرنا رحمِ مادر میں بچہ کو قتل کرنا ہے جو کہ قتلِ انسانی کے مترادف ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر حاملہ چاہے تو ۱۲۰ دن گزرنے سے پہلے اِسقاطِ حمل کر سکتی ہے:

''اِسقاطِ حمل، جب تک اس کی تخلیق نہ ہو جائے جائز ہے، پھر متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ تخلیق کا عمل ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اور تخلیق سے مراد روح پھونکنا ہے۔''(۱)

'فتاویٰ عالمگیری (۱: ۳۳۵)' میں ہے:

المرءة يسعها أن تعالج لإسقاط الحمل ما لم يستبن شئ من خلقه، و ذلك ما لم يتم له مائة و عشرون يوما ۔

---

(۱) ا۔ حصکفی، الدرالمختار، ا: ۶۷

۲۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۳: ۲۷۴

’’عورت حمل گرا سکتی ہے جب تک اس کے اعضاء واضح نہ ہو جائیں اور یہ بات ۱۲۰ دن (چار ماہ) گزرنے سے پہلے ہوتی ہے۔‘‘

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

’’ذخیرہ میں ہے کہ اگر عورت رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد اس کے اخراج کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اتنی مدت گزر گئی ہے جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو جائز نہیں۔ اس مدت سے پہلے اخراج کرانے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور حدیث کے مطابق یہ مدت چار ماہ ہے۔‘‘(۱)

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

’’عورت کے لئے حمل ساقط کرانے کی کوشش کرنا مکروہ ہے، اور عذر کی وجہ سے جائز ہے، بشرطیکہ بچہ کی صورت نہ بنی ہو اور اگر اس نے کسی دوا کے ذریعہ سے ناتمام (کچے) بچے کا اِسقاط کرایا تو ماں کے عاقلہ (دودھیال) کی طرف سے بچہ کے وارثوں کو (ایک سال میں) پانچ سو درہم ادا کئے جائیں گے۔‘‘ (۲)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

’’اور اگر اسقاط کے نتیجہ میں زندہ بچہ نکلا اور پھر مر گیا تو عورت کے عاقلہ پر اس بچہ کی دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی، اور اگر عورت کے عاقلہ نہ ہوں تو عورت کے مال سے ادا کی جائے گی، اور عورت پر (دو ماہ کے مسلسل) روزے فرض ہیں اور عورت اس بچہ کی وارث نہیں ہوگی۔‘‘ (۳)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

’’جب تک تخلیقی عمل (نطفہ میں اَعضاء کی ساخت کا عمل) شروع نہ ہو اِسقاطِ

(۱) ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۵: ۳۲۹

(۲) حصکفی، الدر المختار، ۵: ۳۹۷

(۳) ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۵: ۳۷۹

حمل جائز ہے۔ پھر فقہاء نے بیان کیا کہ یہ مدت چار ماہ ہے۔ اس تصریح کا یہ تقاضا ہے کہ تخلیقی عمل سے مراد روح کا پھونکا جانا ہو ورنہ یہ غلط ہے کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ تخلیقی عمل چار ماہ سے پہلے شروع ہوجاتا ہے۔‘‘ (۱)

اگر حمل کے چار ماہ گزر گئے ہوں لیکن حمل برقرار رہنے کی وجہ سے عورت کی ہلاکت یقینی ہو جس کی ماہر ڈاکٹروں نے تصدیق کردی ہو تو چار ماہ کے بعد بھی اِسقاط حمل جائز ہے بلکہ عورت کی جان بچانے کے لئے ضروری ہے کیونکہ اِسقاط نہ کرانے کی صورت میں بچہ اور ماں دونوں کی ہلاکت کا خطرہ ہے اور پیٹ کا بچہ جس کا جاندار او زندہ ہونا ظنی ہے اس کی بنسبت ماں کی جان جو یقینی اور مشاہد ہے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے اس صورت میں اسقاط کرانا واجب ہے۔

لہٰذا رحم مادر میں استقرارِ حمل جب تک ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کا نہ ہو جائے یعنی بچہ کے اندر روح پھونکے جانے سے قبل اِسقاطِ حمل کرانا اگرچہ جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے، جبکہ چار ماہ کا حمل بطن مادر میں ہوجائے تو اب اسے ضائع کرنا صرف ناجائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

ii۔ وراثت کا حق

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماں کے پیٹ میں موجود حمل درج ذیل دو شرائط پوری کرنے کی صورت میں وارث بن سکتا ہے:

۱۔ ترکہ چھوڑنے والے کی موت کے وقت بچہ ماں کے پیٹ میں موجود ہو کیونکہ وارث میت کا خلیفہ ہوتا ہے اور خلیفہ کے لئے موجود رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا جب نطفہ صحیح حالت میں رحم میں پایا جائے تو اس پر زندگی کا حکم لاگو ہوگا اور وہ میت کی وراثت میں سے حصہ پائے گا۔

۲۔ وضعِ حمل کے وقت زندہ ہو کیونکہ وارث کا زندہ ہونا شرط ہے، مردہ انسان

(۱) ابن ہمام، فتح القدیر، ۳: ۲۷۴

وارث نہیں بن سکتا۔ قرآن فرماتا ہے:

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ۔(۱)

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔''

پیدا ہونے والا بچہ بھی اولاد کے زمرے میں آنے کی وجہ سے میت کا وارث ٹھہرے گا اور ترکہ میں سے حصہ پائے گا۔

iii۔ وصیت کا حق

جنین کے لئے ثابت شدہ حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کے لئے وصیت کی جائے۔ فقہاء کا اجماع ہے کہ جنین اگر زندہ پیدا ہو تو اُس کے لئے وصیت کئے جانے کا حق درست ثابت ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ وصیت کئے جانے کے وقت وہ ماں کے پیٹ میں موجود ہو۔ بلکہ بعضوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر جنین وصیت کئے جانے کے وقت ماں کے پیٹ میں نہ ہو تب بھی اس کا حقِ وصیت درست ثابت ہوگا۔(۲)

iv۔ وقف کا حق

جنین کے مالی حقوق میں سے ثابت شدہ تیسرا حق وقف کا ہے۔ حقِ وراثت اور وصیت کی طرح فقہاء نے موجود اور بعد میں پیدا ہونے والی اولاد کا حقِ وقف بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابن عابدین شامی 'رد المحتار علی الدر المختار (۴: ۴۷۴)' میں لکھتے ہیں:

و قد نصوا علی أن الوقف علی الأولاد و الذریة، یتناول من وجد بعد مجیئ الغلة لأقل من ستة أشهر لتحقق وجوده فی بطن أمه وقت مجیئ الغلة فیشارك فی الغلة۔

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

(۲) ۱۔ کشکی، المیراث المقارن: ۲۰۶

۲۔ ابو عینین، المیراث المقارن: ۲۷۴

’’اور فقہاء نے یہ موقف اِختیار کیا ہے کہ اولاد و ذُرّیت کے لیے وقف کر دینا جائز ہے۔ اس (اولاد) میں وہ شامل ہوگا جو غلّہ آنے کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو یعنی غلّہ آنے کے وقت اس کا وجود ماں پیٹ میں متحقق ہو چکا تھا، سو وہ غلّہ میں شریک ہوگا۔‘‘

لہٰذا اس بناء پر اگر وقف کرنے والا فوت ہو جائے تو وقف شدہ مال جنین کو وراثت میں ملے گا۔

۷۔ تاخیرِ اِقامتِ حد کا حق

جنین کے لئے مذکورہ بالا تین حقوق کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ حاملہ عورت پر وضعِ حمل تک حد قائم کی جائے گی نہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن امرأة من جهينة أتت نبی الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، و هی حبلی من الزنا، فقالت: یا نبی الله! أصبت حدا، فأقمه علیّ. فدعا نبی الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیها، فقال: أحسن إلیها، فإذا وضعت فائتنی بها. ففعل، فأمر بها نبی الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فشکت علیها ثیابها، ثم أمر بها فرجمت، ثم صلی علیها، فقال له عمر: تصلی علیها؟ یا نبی الله! و قد زنت! فقال: لقد تابت توبة لو قسمت بین سبعین من أهل المدینة لوسعتهم. و هل وجدت توبة أفضل من أن جادت بنفسها لله تعالی؟(۱)

’’قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور وہ

(۱) مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۲۴، رقم: ۱۶۹۶

بدکاری سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے حد لاگو ہونے والا فعل کیا ہے پس مجھ پر حد لگائیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: اِسے اَحسن طریقے سے رکھ (بدکاری کا گناہ کرنے کے باوجود اس کے ساتھ اچھا سلوک کر کیونکہ اس نے اپنے گناہ کا اِقرار کر لیا ہے اور اس پر شرمسار ہے)، جب وہ بچہ جن لے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے متعلق حکم دیا تو اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیے گئے (تاکہ ستر نہ کھلے)، پھر حکم دیا تو اسے سنگسار کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر نمازِ (جنازہ) پڑھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا تھا! آپ ﷺ نے فرمایا: اُس نے توبہ بھی تو ایسی کی ہے کہ اگر اسے مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو۔ اور کیا تم نے اس سے بہتر توبہ دیکھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی جان دے دی۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

جاءت الغامدية فقالت: يا رسول الله! إنى قد زنيتُ فطهرنى۔ و إنه ردها، فلما كان الغد قالت: يا رسول الله! لم تردنى؟ لعلك أن تردنى كما رددت ماعزا، فو الله! إنى لحبلى۔ قال: إما لا، فاذهبى حتى تلدى۔ فلما ولدت أتته بالصبى فى خرقة، قالت: هذا قد ولدته۔ قال: اذهبى فأرضعيه حتى تفطميه۔ فلما فطمته أتته بالصبى فى يده كسرة خبز، فقالت: هذا، يا نبى الله! قد فطمته، و قد أكل الطعام، فدفع الصبى إلى رجل من المسلمين، ثم أمر بها فحفر لها إلى صدرها، و أمر الناس فرجموها، فيقبل خالد بن الوليد بحجر، فرمى رأسها، فتنضح الدم على وجه

خالد، فسبها، فسمع نبی اللہ ﷺ سبه إیاها، فقال: مهلا! یا خالد! فو الذی نفسی بیده! لقد تابت توبة، لو تابها صاحب مکس لغفر له۔ثم أمر بها فصلی علیها و دفنت۔(۱)

''قبیلہ غامد کی ایک عورت (بارگاہِ رسالت مآب میں) حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے بدکاری کی ہے، مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں، شاید آپ ایسے ہی لوٹانا چاہتے ہیں جیسے ماعز (بن مالک) کو لوٹایا تھا۔ خدا کی قسم! میں تو حاملہ ہوں (پس اب میرے بدکار ہونے میں کیا شک ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر تو نہیں لوٹنا چاہتی تو جا اور وضعِ حمل کے بعد آنا۔ پس جب اس نے بچہ جن لیا تو وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے آئی اور عرض کرنے لگی: یہ وہ بچہ ہے جسے میں نے جنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا اور اسے دودھ پلا یہاں تک کہ تو اسے دودھ چھڑا دے۔ جب اس نے بچہ کا دودھ چھڑا لیا تو بچہ کو لے کر آئی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ ﷺ نے وہ بچہ ایک مسلمان کو پرورش کے لیے دے دیا۔ پھر حکم دیا تو اس عورت کے لئے اس کے سینے تک ایک گڑھا کھودا گیا، پھر لوگوں کو اسے سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے برا کہا تو یہ برا کہنا حضور نبی اکرم ﷺ نے سن لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار اے خالد! (ایسا مت کہو) قسم خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اس نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا (جو لوگوں پر

(۱) مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، رقم: ۱۶۹۵

ظلم کرتا ہے اور حقوق العباد میں گرفتار ہوتا ہے اور مسکینوں کو ستاتا ہے) ایسی توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی بخش دیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس پر نماز پڑھی گئی اور وہ دفن کی گئی۔‘‘

vi۔ نفقہ کا حق

یہ بھی باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ہونے والے بچہ کا خرچ اٹھائے اگرچہ اس کی ماں کا خرچ اُس پر لازمی نہ ہو۔ اسی طرح حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے تاکہ:

۱۔ بچہ کے نسب کا تحفظ ہو کیونکہ اگر عورت دوسری شادی کرلے تو پیدا ہونے والے بچہ کا نسب خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہے۔

۲۔ طلاق یافتہ حاملہ عورت کا نان و نفقہ بھی شوہر پر صرف بچہ کی وجہ سے لازم ہوتا ہے کیونکہ اگر عورت حاملہ نہ ہو اور طلاق ہو جائے تو اُس کی عدت تین ماہواریاں ہیں۔

جنین کا حقِ نفقہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت شدہ ہے:

وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ(۱)

’’اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک اُن پر خرچ کرتے رہو۔‘‘

vii۔ فطرانہ کا حق

جنین (پیدا ہونے والے بچہ) کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا بالاتفاق مستحب ہے جبکہ امام احمد سے منسوب ایک قول کے مطابق یہ واجب ہے کہ نومولود و دیگر کی طرح جنین کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے۔(۲)

---

(۱) القرآن، الطلاق، ۶۵:۶

(۲) ۱۔ ابن قدامۃ، المقنع، ۱: ۳۳۸

۲۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۴: ۱۹۰

۲۔ بعد از پیدائش بچوں کے حقوق

i۔ زندگی کا حق

اِسلام سے پہلے لوگ اپنی اولاد کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ اِسلام نے اِس قبیح رسم کا خاتمہ کرنے کی بنیاد ڈالی اور ایسا کرنے والوں کو عبرت ناک انجام کی وعید سنائی:

۱۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَھُمُ اللهُ افْتِرَآءً عَلَی اللهِ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَo (۱)

’’واقعی ایسے لوگ برباد ہو گئے جنھوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم (صحیح) کے (محض) بیوقوفی سے قتل کر ڈالا اور ان (چیزوں) کو جو اللہ نے انہیں (روزی کے طور پر) بخشی تھیں اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے حرام کر ڈالا، بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت یافتہ نہ ہو سکےo‘‘

بھوک اور اَفلاس کے خدشہ سے اولاد کے قتل کی ممانعت کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے:

۲۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ اِیَّاھُمْ۔(۲)

’’اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو، ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)۔‘‘

۳۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَ اِیَّاکُمْ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًاo(۳)

’’اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو، ہم ہی انہیں (بھی) روزی

(۱) سورۃ الانعام، ۶: ۱۴۰

(۲) القرآن، الانعام، ۶: ۱۵۱

(۳) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۱

دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے o''

اِسلام سے قبل بیٹیوں کی پیدائش نہایت برا اور قابل توہین سمجھا جاتا تھا اور انہیں زندہ درگور دفن کر دیا جاتا تھا۔ اِسلام نے اس خیالِ باطل کا ردّ کیا اور بیٹیوں کی پیدائش کو باعث رحمت قرار دیا۔ قرآن حکیم ایک مقام پر روزِ محشر کی سختیاں اور مصائب کے بیان کے باب میں فرماتا ہے:

۴۔ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْo بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْo(۱)

''اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گاo کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھیo''

ii۔ آدابِ اِسلامی سے شناسائی کا حق

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، بعد میں اس کے والدین اس کا مذہب تبدیل کرا دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه۔(۲)

(۱) القرآن، التکویر، ۸۱: ۸، ۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۶۵، رقم: ۱۳۱۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۵۶، رقم: ۱۲۹۲
۳۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۹۲، رقم: ۴۴۹۷
۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۳۴، رقم: ۶۲۲۶
۵۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۴۷، رقم: ۲۶۵۸
۶۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۴۷، رقم: ۲۱۳۸
۷۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۲۹، رقم: ۴۷۱۴
۸۔ مالک، الموطا، ۱: ۲۴۱، رقم: ۵۷۱
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۳، ۲۷۵، ۳۴۶، ۳۹۳، ۴۱۰، ۴۸۱

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

بچوں کو اِسلامی تعلیمات سے شناسا کرنے اور اُنہیں اِسلامی آدابِ زندگی سکھانا ماں باپ کا فرض ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من ولد له فأذن في أذنه اليمنى، و أقام في أذنه اليسرى، لم يضره أم الصبيان۔(۱)

''جس کے ہاں بچہ کی ولادت ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہے، اس کی برکت سے بچہ کی ماں کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔''

اس طرح ایک بچہ کو پیدائش کے وقت سے اُس آفاقی حکم سے روشناس کرا دیا جاتا ہے جو زندگیوں میں اِنقلاب پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا۔

iii۔ حُسنِ نام کا حق

بچہ کا یہ حق ہے اُس کا پیارا سا نام رکھا جائے۔ اسلام سے قبل عرب اپنے بچوں کے عجیب نام رکھتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نام نا پسند فرمائے اور خوبصورت نام رکھنے کا حکم دیا۔ امام طوسی روایت کرتے ہیں:

جاء رجل إلى النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: يا رسول الله! ما حق ابني هذا؟ قال: تحسن اسمه و أدبه وضعه موضعا حسنا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲: ۱۵۰، رقم: ۶۷۸۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۳۹۰، رقم: ۸۶۱۹
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۳: ۶۳۲
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۵۹

(۲) محمد بن احمد صالح، الطفل فی الشریعۃ الاسلامیہ: ۴۷

’’ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرے اس بچے کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کا اچھا نام رکھ، اسے آداب سکھا اور اسے اچھی جگہ رکھ (یعنی اس کی اچھی تربیت کر)۔‘‘

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنکم تدعون یوم القیامة بأسمائکم و أسماء آبائکم، فأحسنوا أسمائکم۔(۱)

’’روزِ قیامت تم اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لئے اپنے نام اچھے رکھا کرو۔‘‘

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تسمو بأسماء الأنبیاء، و أحب الأسماء إلی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن، و أصدقها حارث و همام، و أقبحها حرب و مرة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۸۷، رقم: ۴۹۴۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴
۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۸۰ رقم: ۲۶۹۴
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۳۵، رقم: ۵۸۱۸
۵۔ عبد بن حمید، المسند: ۱۰۱، رقم: ۲۱۳
۶۔ ابن جعد، المسند: ۳۶۰، رقم: ۲۴۹۲
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۰۶
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۳۹۳، رقم: ۸۶۳۳
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۴۷۹، رقم: ۱۹۴۴

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۸۷، رقم: ۴۹۵۰
۲۔ نسائی، السنن، ۶: ۲۱۸، رقم: ۳۵۶۵

←

’’انبیائے کرام کے ناموں پر اپنے نام رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں سے ’عبداللہ‘ اور ’عبدالرحمٰن‘ زیادہ پسند ہیں۔ سب ناموں سے سچے نام ’حارث‘ اور ’ہمام‘ ہیں جبکہ سب سے برے نام ’حرب‘ اور ’مرۃ‘ ہیں۔‘‘

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں:

لما ولدت فاطمة الحسن جاء النبی ﷺ فقال: أرونی ابني ما سميتموه؟ قال: قلت: سميته حربا۔ فقال: بل هو حسن ۔ فلما ولدت الحسين، جاء رسول الله ﷺ فقال: أرونی ابني ما سميتموه؟ قال: قلت: سميته حربا۔ قال: بل هو حسين ۔ ثم لما ولدت الثالث جاء رسول الله ﷺ قال: أرونی ابني ما سميتموه؟ قلت: سميته حربا۔ قال: بل هو محسن ۔ ثم قال: إنما سميتهم باسم ولد هارون شبر و شبير و مشبر۔(۱)

...... ۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۷، رقم: ۴۴۰۶
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۴۵
۵۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۸۴، رقم: ۸۱۴
۶۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۱۱۳، رقم: ۷۱۶۹
۷۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۴۸، رقم: ۳۰۳۰
۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۵۷۸

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۰، رقم: ۴۷۷۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۸، رقم: ۹۳۵
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۱۰، رقم: ۶۹۸۵
۴۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۸۶، رقم: ۸۲۳
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۹۶، رقم: ۲۷۷۳، ۲۷۷۴
۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۵۲
۶۔ عسقلانی نے ’الاصابہ فی تمییز الصحابہ (۶: ۲۴۳، رقم: ۸۲۹۶)‘ میں اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

''جب فاطمہ کے ہاں حسن کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس کا نام 'حرب' رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ 'حسن' ہے۔ پھر جب حسین کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس کا نام 'حرب' رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ 'حسین' ہے۔ پھر جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس کا نام 'حرب' رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام 'محسن' ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے ان کے نام ہارون (علیہ السلام) کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے نام پر رکھے ہیں۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ غير اسم عاصية، و قال: أنتِ جميلة۔(۱)

''رسول اکرم ﷺ نے 'عاصیہ' کا نام بدل دیا اور فرمایا: تم 'جمیلہ' ہو۔''

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۶، رقم: ۲۱۳۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱۵: ۱۳۴، رقم: ۲۸۳۸
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۸۸، رقم: ۴۹۵۲
۴۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۸۵، رقم: ۸۲۰
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۳۵، ۱۳۶، رقم: ۵۸۱۹، ۵۸۲۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۰۷
۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۲۱۲، رقم: ۵۴۴
۹۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۴۹، رقم: ۳۰۳۴

حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ 'اَصرم' نام کا ایک شخص کچھ لوگوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِستفسار پر اس شخص نے اپنا نام بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، تم 'زُرعہ' ہو۔(۱)

امام ابوداوَد 'السنن (۴: ۲۸۹)' میں لکھتے ہیں:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **'عاص'، 'عزیز'، 'عَتَلَه'، 'شيطان'، 'حكم'، 'غُراب'، 'حُباب'، 'شِهاب'** وغیرہ نام بدل دیئے۔ پس **'شهاب'** کا نام **'هشام'** رکھا، **'حرب'** کا نام **'سلم'** رکھا اور **'مضطجع'** کا نام **'منبعث'** رکھا۔ جس زمین کو **'عفره'** کہا جاتا تھا اس کا نام **'خضره'** رکھا اور **'شعب الضلاله'** کا نام **'شعب الهدیٰ'** رکھا۔ **'بنو زينت'** کا نام **'بنو رَشده'** رکھا اور **'بنی مغويه'** کا نام **'بنی رِشده'** رکھا۔

iv۔ نسب کا حق

بچے کے لئے نسب کا حق صرف اُسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ماں باپ کا بھی حق ہے۔ باپ کا حق اس نسبت سے ہے کہ وہ اپنی اولاد کے تحفظ اور تعلیم و تربیت کا اختیار رکھتا ہے، اُسے اپنی اولاد کی سرپرستی اور ولایت کا حق ہے۔ جب اولاد محتاج ہو اور باپ کمانے کی قدرت رکھتا ہو تو اسے اولاد کے لئے کمانے کا حق ہے اور اگر اولاد باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے تو وہ اولاد ترکہ میں سے حصہ پائے گی۔ اسی طرح ثبوتِ نسب ماں کا بھی حق ہے کیونکہ اولاد ماں کا جزو ہے اور وہ فطری طور اس بات کی شدید خواہش رکھتی ہے کہ اپنی اولاد کی حفاظت اور بہتر پرورش کرے۔ اسی طرح ماں کے بڑھاپے اور

(۱) ۱۔ ابو داوَد، السنن، ۴: ۲۸۸، رقم: ۴۹۵۴
۲۔ رویانی، المسند، ۲: ۴۶۹، رقم: ۱۴۹۰
۳۔ شیبانی، الآحاد و المثانی، ۲: ۴۲۷، رقم: ۱۲۲۰
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۹۶، ۲۹۸، رقم: ۵۲۳، ۸۷۴
۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۴: ۹۰، ۳۱۱ رقم: ۱۳۰۶، ۱۴۹۴
۶۔ ابن خیاط، الطبقات: ۴۳

طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اُس پر خرچ کرنا اولاد کا فرض ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نسب کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے پوری جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ مَوَالِیۡكُمۡ ؕ وَ لَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ جُنَاحٌ فِیۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا○ (۱)

’’ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی انصاف کی بات ہے، پھر اگر ان کے باپ تمہیں معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست، اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں جو بلاقصد تم نے کہی، ہاں وہ (بری بات ضرور گناہ ہے) جس کا قصد کیا تمہارے دلوں نے، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○‘‘

اپنا حقیقی نسب تبدیل کرنے والے کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ادعی إلی غیر أبیه، و هو یعلم أنه غیر أبیه، فالجنة علیه حرام۔(۲)

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۸۵، رقم: ۶۳۸۵

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۷۲، رقم: ۴۰۷۱

۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۸۰، رقم: ۶۳

۴۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۳۳۰، رقم: ۵۱۱۳

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۸۷۰، رقم: ۲۶۱۰

''جو اپنے باپ کو علاوہ کسی اور کے متعلق دعویٰ کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔''

یہی نہیں بلکہ ایک موقع پر تو آپ ﷺ نے اسے کفر سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

لا ترغبوا عن آبائكم، فمن رغب عن أبيه فهو كفر۔(۱)

''اپنے آباء و اَجداد سے منہ نہ پھیرو، جو اپنے باپ سے منہ پھیر کر دوسرے کو باپ بنائے تو یہ کفر ہے۔''

۷۔ رضاعت کا حق

لفظ 'رضاعت' اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔ 'المعجم الوسیط' میں رضاعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے:

أرضعت الأم: كأن لها ولد تُرضِعه۔

''ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔''

فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ج لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ م بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ج فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۸۵، رقم: ۶۳۸۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۸۰، رقم: ۶۲
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۳۳، رقم: ۵۷

اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○(۱)

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے○''

پیدائش کے بعد بچہ کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور افزائش کے لئے ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا استعمال کرے اس لئے وضعِ حمل کے بعد عورت کے پستانوں میں قدرتی طور پر دودھ جاری ہو جاتا ہے اور بچہ کے لئے اس کے دل میں پیدا ہونے والی محبت و شفقت اُسے بچہ کو دودھ پلانے پر اُکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچہ کی صحت کے لئے ضروری ہے۔

جدید میڈیکل ریسرچ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ کے جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کے پیشِ نظر دو سال کی مدتِ رضاعت ضروری ہے۔ یہ اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کا فیضان ہے کہ اہلِ اسلام کو زندگی کے وہ رہنما اصول ابتداء ہی میں عطا کر دیے گئے جن کی تائید و تصدیق صدیوں بعد کی سائنسی تحقیقات کر رہی ہیں۔

(۱) القرآن البقرہ، ۲: ۲۳۳

vi۔ پرورش کا حق

بچوں کی پرورش کرنا باپ کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰـهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ○ (۱)

’’صاحبِ وُسعت کو اپنی وُسعت (اور مقدور) کے مطابق خرچ کرنا چاہیے، اور جس کے رزق میں تنگی ہو (آمدنی کم ہو) اسے چاہیے کہ جتنا اللہ نے دیا ہے اسی میں سے (بچہ کی نگہداشت پر) خرچ کرے، اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جتنا اس کو دیا ہے، (اور جو اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا اس کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ) اللہ عنقریب تنگی کے بعد فراخی عطا فرمائے گا○‘‘

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من رجل تدرك له ابنتان، فيحسن إليهما ما صحبتاه أو صحبهما إلا أدخلتاه الجنة (۲)

---

(۱) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۷

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۲۱۰، رقم: ۳۶۷۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۶۳
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۲۰۷، رقم: ۲۹۴۵
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۴۴۵، رقم: ۲۵۷۱
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۱۲۸، رقم: ۲۷۴۲
۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۹۶، رقم: ۷۳۵۱
۷۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۱۰: ۴۲۵، ۴۲۶، رقم: ۴۵۰، ۴۵۱
۸۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴: ۱۰۱
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۵۰۰، رقم: ۲۰۴۳

’’جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ انہیں جوان ہونے تک کھلاتا پلاتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں لے جائیں گی۔‘‘

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا يكون لأحدكم ثلاث بنات أو ثلاث أخوات فيحسن إليهن إلا دخل الجنة۔(۱)

’’جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو اس کے لئے جنت ہے۔‘‘

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جاءتني امرأةٌ معها ابنتانِ تَسألُني، فلم تجدْ عندي غير تمرةٍ واحدةٍ، فأعَطيْتُها فقسمَتْها بين إبنتيها، ثم قَامَتْ فخرجَتْ، فدخَلَ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحدَّثْتُه، فقال: من بُلِيَ من هذه البناتِ شيئاً، فأحسنَ إليهن، كُنَّ له سِتراً من النار۔(۲)

’’میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۴: ۳۱۸، ۳۲۰، رقم: ۱۹۱۲، ۱۹۱۶
۲۔ بخاری، الادب المفرد: ۴۲، رقم: ۷۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۲۲۱، رقم: ۲۵۴۳۸
۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۴۶، رقم: ۳۰۲۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۳۴، رقم: ۵۶۴۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۵۱۴، رقم: ۱۳۵۲
۳۔ ترمذی، السنن، ۴: ۳۱۹، رقم: ۱۹۱۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۳، ۸۷، ۲۳۴
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۲۰۱، رقم: ۲۹۳۹

کچھ مانگتی تھی۔ اس نے ایک کھجور کے سوا میرے پاس کچھ نہ پایا، میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کردی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے سارا ماجرا کہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو یہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔''

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

جاءتني مسكينة تحمل ابنتين لها، فأطعمتها ثلاث تمرات، فأعطت كل واحدة منهما تمرة، و رفعت إلى فيها تمرة لتأكلها، فاستطعمتها ابنتاها، فشقت التمرة التي كانت تريد أن تأكلها بينهما، فأعجبني شأنها، فذكرت الذي صنعت لرسول الله ﷺ، فقال: إن الله قد أوجب لها بها الجنة، أو أعتقها بها من النار۔(۱)

''میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس نے دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دے دی، پھر جو کھجور وہ کھانا چاہتی تھی اس کے بھی دو ٹکڑے کر کے انہیں کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے اس عورت کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (بیٹیوں پر) اس (شفقت و رحمت) کی وجہ سے اس عورت کے لئے جنت واجب کر دی یا (فرمایا:) اسے دوزخ سے آزاد کر دیا۔''

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۲۷، رقم: ۲۶۳۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۹۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۴۶۸، رقم: ۱۱۰۲۰
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۹: ۴۶۸، ۴۶۹

vii۔ تربیت کا حق

بچوں کی اچھی تربیت کرکے انہیں اچھا، ذمہ دار اور مثالی مسلمان بنانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کی تربیت کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مروا أولادكم بالصلاة و هم أبناء سبع سنين، و اضربوهم عليها و هم أبناء عشر سنين، و فرقوا بينهم في المضاجع(۱)

’’اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی ہو جائے، اور جب وہ دس سال کی ہو جائے تو (نماز نہ پڑھنے پر) اُسے مارو، اور (دس سال کی عمر میں) انہیں الگ الگ سلایا کرو۔‘‘

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أكرموا أولادكم و أحسنوا أدبهم(۲)

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۳۳، رقم: ۴۹۵
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۸: ۳۹۸
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۳۴۸

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۲۱۱، رقم: ۳۶۷۱
۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۳۸۹، رقم: ۶۶۵
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۶۷، رقم: ۱۹۶
۴۔ منذری نے ’الترغیب و الترہیب (۳: ۵۱، رقم: ۳۰۳۸)‘ میں کہا ہے کہ اسے ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
۵۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۱۲۸۷
۶۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۱: ۱۴

’’اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں ادب سکھاؤ۔‘‘

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من کان عنده صبی فلیتصاب له۔(۱)

’’جس کے ہاں کوئی بچہ ہوتو وہ اس کی اچھی تربیت کرے۔‘‘

viii۔ شفقت و رحمت کا حق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قبل رسول الله ﷺ الحسن بن علي رضی اللہ عنہما، و عنده الأقرع بن حابس التميمی جالسا، فقال الأقرع: إن لي عشرة من الولد، ما قبلت منهم أحدا۔ فنظر إليه رسول الله ﷺ، ثم قال: من لا يرحم لا يرحم۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما تو اَقرع بن حابس تمیمی جو کہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی طرف

---

(۱) ۱۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۳: ۵۱۳، رقم: ۵۵۹۸
۲۔ حسینی، البیان والتعریف، ۲: ۲۲۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۰۸، رقم: ۲۳۱۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۱۸، رقم: ۱۹۱۱
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲۸، ۲۴۱، ۲۶۹، ۵۱۴،

دیکھا، پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔‘‘

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أحبوا الصبيان و ارحموهم، و إذا وعدتموهم ففوا لهم، فإنهم لا يرون إلا أنكم ترزقونهم۔

’’بچوں سے محبت کرو اور ان پر رحم کرو، جب ان سے وعدہ کرو تو پورا کرو کیونکہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم ہی اُنہیں رزق دیتے ہو۔‘‘

ix۔ عدل کا حق

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أن أباه أتى به رسول الله ﷺ، فقال: إني نحلت ابني هذا غلاما، فقال: أكل ولدك نحلت مثله؟ قال: لا، قال: فأرجعه ۔(۱)

’’اُن کے والد انہیں لے کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے، پھر عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ فرمایا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: تو پھر اس سے واپس لے لو۔‘‘

ایک اور سند سے مروی روایت میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۱۳، ۹۱۴، رقم: ۲۴۴۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۴۱، رقم: ۱۶۲۳
۳۔ نسائی، السنن، ۶: ۲۵۸، ۲۵۹، رقم: ۳۶۷۴، ۳۶۷۵
۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۴: ۱۱۶، رقم: ۶۵۰۲
۵۔ مالک، الموطا، ۲: ۷۵۱، رقم: ۱۴۳۷
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۴۹۹، رقم: ۵۱۰۰
۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۹۷
۸۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۱۷۶، ۱۷۸

کرتے ہیں:

تصدق عليّ أبی ببعض ماله، فقالت أمی عمرة بنت رواحة: لا أرضی حتی تشهد رسول الله ﷺ، فانطلق أبی إلی النبی ﷺ ليشهده علی صدقتی، فقال له رسول الله ﷺ: أفعلت هذا بولدك كلهم؟ قال: لا، قال: اتقوا الله و اعدلوا في أولادكم ۔ فرجع أبي، فرد تلك الصدقة ۔(۱)

’’میرے والد نے اپنا کچھ مال مجھے ہبہ کر دیا تو میری والدہ نے کہا: میں اس پر تب راضی ہوں گی جب تو رسولِ خدا ﷺ کو اس پر گواہ لائے۔ میرے والد حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو ایسا ہی دیا ہے؟ میرے والد نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ پھر میرے والد نے وہ ہبہ واپس لے لیا۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سووا بين أولادكم فی العطية، فلو كنت مفضلا أحدا لفضلت النساء۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، رقم: ۱۶۲۳
۲۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۴۶۰، رقم: ۵۶۸۹
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۳۰

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۱۷۷
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۵۴، رقم: ۱۱۹۹۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۱۵۳
۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۵: ۲۱۴

’’اپنی اولاد کو تحفہ دیتے وقت برابری رکھو، پس میں اگر اُن میں سے کسی کو فضیلت دیتا تو بیٹیوں کو فضیلت دیتا۔‘‘

x۔ یتیم کا حق

یتیم بچہ کے حقوق پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں تئیس مختلف مواقع پر یتیم کا ذکر کیا گیا ہے جن میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، اُن کے اموال کی حفاظت اور اُن کی نگہداشت کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اوراُن کے ساتھ زیادتی کرنے والے، ان کے حقوق و مال غصب کرنے والے پر وعید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○ (۱)

’’بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے ○‘‘

کیونکہ یتیم ہونا انسان کا نقص نہیں بلکہ منشائے خداوندی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اُس نے اپنے محبوب ترین بندے سید المرسلین ﷺ کو حالتِ یتیمی میں پیدا فرمایا کہ آپ ﷺ کے والد ماجد آپ ﷺ کی ولادت با سعادت سے بھی پہلے وصال فرما چکے تھے۔ پھر چھ سال کی عمر میں ہی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی اس کیفیت کا ذکر قرآن حکیم میں یوں کیا ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ (۲)

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۰
(۲) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۶

”(اے حبیب!) کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اُس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیا٭“

پھر اس دُرِّ یتیم ﷺ نے یتامیٰ کی محبت، ان کے ساتھ شفقت وحسنِ سلوک اور اِحسان برتنے کی نہایت اعلی مثالیں قائم کیں۔ آپ ﷺ نے یتامیٰ کی اچھی کفالت کرنے والے کو جنت کی خوش خبری دی اور اُن کے حقوق پامال کرنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ قرآن حکیم کہتا ہے:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ٭ (۱)

”سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں٭“

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا٭ (۲)

”اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر کھایا کرو، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے٭“

اسی طرح دیگر مقامات پر فرمایا:

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (۳)

”اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرما دیں: اُن (کے معاملات) کا سنوارنا بہتر ہے، اور اگر اُنہیں (نفقہ و کاروبار میں) اپنے ساتھ

(۱) القرآن، الضحی، ۹۳: ۹

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۰

ملا لو تو وہ بھی تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ خرابی کرنے والے کو بھلائی کرنے والے سے جدا پہچانتا ہے۔‘‘

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (۱)

’’اور یتیموں کی (تربیۃً) جانچ اور آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حسنِ تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے مال فضول خرچی اور جلد بازی میں (اس اندیشے سے) نہ کھا ڈالو کہ وہ بڑے ہو (کر واپس لے) جائیں گے، اور جو کوئی خوشحال ہو وہ (مالِ یتیم سے) بالکل بچا رہے اور جو (خود) نادار ہو اسے (صرف) مناسب حد تک کھانا چاہئے اور جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لیا کرو اور حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے ۝‘‘

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (۲)

’’اور (یتیموں سے معاملہ کرنے والے) لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو (مرتے وقت) ان بچوں کے حال پر (کتنے) خوفزدہ (اور فکرمند) ہوتے، سو انہیں (یتیموں کے بارے میں) اللہ سے ڈرتے

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۶

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۹، ۱۰

رہنا چاہئے اور (ان سے) سیدھی بات کہنی چاہئےo بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گےo‘‘

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (۱)

’’اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔‘‘

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِo فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ o وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِo (۲)

’’کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہےo تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو ردّ کرتا اور اُنہیں حق سے محروم رکھتا ہے)o اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)o‘‘

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَo وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِo وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّاo وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّاo (۳)

’’یہ بات نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مال و دولت کے ملنے پر) تم یتیموں کی قدر و اِکرام نہیں کرتےo اور نہ ہی تم مسکینوں (یعنی غریبوں اور محتاجوں) کو کھانا کھلانے کی (معاشرے میں) ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہوo اور وراثت کا مال سمیٹ کر خود ہی کھا جاتے ہو (اس میں سے اَفلاس زدہ لوگوں کا حق نہیں نکالتے)o اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہوo‘‘

---

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۱۵۲

(۲) القرآن، الماعون، ۱۰۷: ۱۔۳

(۳) الفجر، ۸۹: ۱۷۔۲۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خير بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يحسن إليه، و شرّ بيت فی المسلمين بيت فيه يتيم يساء إليه(۱)

’’مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیک سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک ہو۔‘‘

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قا؛ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: أنا و كافل اليتيم في الجنة هكذا ...... و أشار بالسبابة و الوسطى، و فرج بينهما شيئا۔(۲)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے ...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۲۱۳، رقم: ۳۶۷۹
۲۔ بخاری، الادب المفرد: ۶۱، رقم: ۱۳۷
۳۔ ابن مبارک، الزہد: ۲۳۰، رقم: ۶۵۴
۴۔ عبد بن حمید، المسند: ۴۲۷، رقم: ۱۴۶۷
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۹۹، رقم: ۴۷۸۵
۶۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۳۶، رقم: ۳۸۴۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۳۲، ۲۲۳۷، رقم: ۴۹۹۸، ۵۶۵۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۲۱، رقم: ۱۹۱۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۰۷، رقم: ۴۶۰
۴۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۵۴۶، رقم: ۷۵۵۳
۵۔ رویانی، المسند، ۲: ۲۱۶، ۲۷۸، رقم: ۱۰۶۷، ۱۱۹۷
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۸۳، رقم: ۱۲۴۴۲

اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والذي بعثني بالحق! لا يعذب الله يوم القيامة من رحم اليتيم، و لان له في الكلام، و رحم يُتْمه و ضَعْفَه، ولم يتطاول على جاره بفضل ما آتاه الله، و قال: يا أمة محمد! والذي بعثني بالحق! لا يقبل الله يوم القيامة صدقة من رجل وله قرابة محتاجون إلى صدقته و يصرفها إلى غيرهم، والذي نفسي بيده! لا ينظر الله إليه يوم القيامة۔(۱)

’’قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس شخص کو عذاب نہیں دے گا جس نے یتیم پر شفقت کی، اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی، اور معاشرے کے محتاجوں و کمزوروں پر رحم کیا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے طرف سے ہونے والی عطا کے وجہ سے اپنے پڑوسی پر ظلم نہ کیا۔ پھر فرمایا: اے اُمتِ محمدی! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس شخص کی طرف سے صدقہ قبول نہیں کرے گا جس نے غیروں پر صدقہ کیا حالانکہ اُس کے اپنے رشتہ دار اُس کے صدقہ کے محتاج تھے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اللہ تبارک و تعالیٰ روزِ قیامت اُس شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔‘‘

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۳۴۶، رقم: ۸۸۲۸
۲۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۴: ۳۷۸، ۳۷۹، رقم: ۷۱۱۰
۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۱۸
۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۳۷
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۱۱۷

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں:

من ولي ليتيم مالا فليتجر به ولا يدعه حتى تأكله الصدقة(۱)

''جس کو کسی یتیم کے مال کا ولی بنایا گیا تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس مال سے تجارت کرے اور اُس کو یونہی پڑا نہ رہنے دے مبادا زکوٰۃ ادا کرتے کرتے وہ مال ختم ہو جائے۔''

xi۔ حقوقِ لقیط

لقیط اس بچہ کو کہا جاتا ہے جو راستہ میں پڑا ہوا ملے اور جس کے والدین کا پتہ نہ ہو(۲)۔ فقہی اصطلاح میں لقیط اس بچہ کو کہا جاتا ہے جس کا نسب معلوم نہ ہو کیونکہ اس کے گھر والوں نے زنا کی تہمت سے بچنے کے لئے یا کسی اور وجہ سے اُسے پھینک دیا ہو۔ لہٰذا جب راستہ میں یا کسی public place پر گرا پڑا بچہ ملے تو اُسے زمین سے اٹھانا، اس کے ساتھ شفقت برتنا اور اس کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں واجب ہو جاتا ہے:

وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا(۳)

''اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا۔''

کیونکہ بچہ کو زمین، راستہ سے اٹھانا ہی اُسے زندگی دینا ہے اور یہ اسی طرح واجب ہے جس طرح حالتِ اِضطرار میں صرف زندگی بچانے کی حد تک حرام کھانے کی

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲

(۲) المعجم الوسیط، ۲: ۸۴۱، مادہ: لقط

(۳) القرآن، المائدہ، ۵: ۳۲

اجازت مل جاتی ہے۔

ثانیاً لقیط کا یہ بھی حق ہے کہ وہ آزاد ہوتا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنھما نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اگر ملتقط (بچہ کو اُٹھانے والا) یا کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرے کہ بچہ اس کا غلام ہے تو بغیر گواہوں کے اس کا دعویٰ نہ سنا جائے گا کیونکہ اس کی حریت و آزادی اس کے ظاہر حال سے ثابت ہے اس لیے بغیر دلیل کے اس کے ظاہر کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔(۱)

ثالثاً لقیط کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا خرچہ بیت المال سے کیا جائے۔ اگر اُس کے ساتھ کچھ مال بندھا ہو پایا گیا تو وہ اسی کا متصور ہوگا مثلا اس کے جسم پر موجود کپڑے یا اگر وہ جانور پر بندھا ہوا پایا گیا تو وہ جانور اس کا ہوگا۔ اس صورت میں خرچہ اس کے اپنے مال میں سے کیا جائے گا کیونکہ بیت المال میں سے خرچہ ضرورت کی بناء پر ہوتا ہے اور جب اس کے پاس مال ہو تو ضرورت ثابت نہیں ہوتی۔(۲)

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۱۹۷، ۱۹۸

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۱۹۸، ۱۹۹

معذور اَفراد کے حقوق

(Special persons' rights)

معذور اَفراد انسانی معاشرے کا وہ حصہ ہیں جو عام افراد کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔ کوئی بھی مہذب معاشرہ معذوروں کو نظر انداز کرنے یا انہیں معاشرے میں قابلِ احترام مقام سے محروم رکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اسلام تکریم انسانیت کا علمبردار دین ہے۔ چونکہ معذور افراد معاشرے میں اپنی شناخت اور وقار کے لئے خصوصی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں، اس لئے اسلام نے اس بارے میں خصوصی تعلیمات عطا کی ہیں۔ یہاں یہ امر واضح رہے کہ وہ تمام حقوق جو عام اَفرادِ معاشرہ کو میسر ہیں معذور افراد بھی معاشرے کا حصہ ہوتے ہوئے ان حقوق کے مستحق ہیں۔ تاہم عام افراد کو میسر حقوق کے علاوہ اِسلام نے معذوروں کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ خصوصی توجہ کا حق

اسلام نے زندگی کے معاملات میں ہر فرد کو بلا تمیزِ رنگ و نسل یا سماجی مرتبہ کے مساوی حیثیت عطا کی ہے۔ یہ عام معاشرتی رویہ ہے کہ معذور افراد کو زندگی کے عام معاملات اور میل جول میں نظر انداز کرنے کی روش اختیار کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس روش کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے نفسِ اِنسانیت کو مستحق عزت و وقار قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ روٴسائے مشرکین کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ اتنے میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسروں سے مصروفِ گفتگو ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے تو اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

عَبَسَ وَ تَوَلّٰی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰی ○ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ○ (۱)

(۱) القرآن، عبس، ۸۰: ۱۔۴

’’ان کے چہرۂ (اقدس) پر ناگواری آئی اور رخ (انور) موڑ لیا○ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا (جس نے آپ کی بات کو ٹوکا)○ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (آپ کی توجہ سے مزید) پاک ہوجاتا○ یا (آپ کی) نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو (اور) فائدہ دیتی○‘‘

اِن آیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے توسط سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی کہ:

(۱) معذور افراد دیگر افرادِ معاشرہ کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں، دوسرے افراد کو ان پر ترجیح دیتے ہوئے انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔

(۲) عزت و وقار کے مرتبے کا تعین سماجی یا معاشرتی حیثیت کو دیکھ کر نہ کیا جائے بلکہ اس کے لئے ذاتی کردار، تقویٰ، اصلاح طلبی اور نیکی کے جذبے کو معیار بنایا جائے۔

ii۔ قانونِ معاشرت کے نفاذ میں اِستثناء کا حق

اسلام نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معاشرتی زندگی کے لیے بھی قانون اور نظام عطا کیا ہے۔ روز مرہ کے رہن سہن اور رشتہ داروں و دوست احباب کے گھروں میں آنے جانے کے لئے واضح ضابطے عطا کیے گئے ہیں۔ تاہم یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن حکیم میں معذوروں کو ان ضوابط سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○(۱)

''اندھے پر کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے (کوئی مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (کھانا) کھالو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن گھروں کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (کھانا کھا لینے میں مضائقہ نہیں)، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سب کے سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنی (گھر والوں) پر سلام کہا کرو، (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے، اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو تمہارے لئے واضح فرماتا ہے تاکہ تم (احکامِ شریعت اور آدابِ زندگی کو) سمجھ سکو○''

iii۔ جہاد اور دِفاعی ذِمّہ داریوں سے اِستثناء کا حق

قرآن حکیم نے اِسلامی ریاست کے فروغ اور غلبہ دینِ حق کی جدوجہد کے لئے جہاد میں حصہ لینے کو ایمان و استقامت کی جانچ کے معیار کے طور پر بیان کیا اور اس بنیادی ذمہ داری سے راہِ فرار اختیار کرنے کو عذاب الیم کا سبب قرار دیا۔ تاہم معذور اَفراد کو اس کلیدی اور بنیادی ذمہ داری سے مستثنٰی قرار دیا گیا:

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا○(۲)

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۶۱

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۷

’’نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے نہ لنگڑے پر کوئی گناہ اورن نہ بیمار پر کوئی گناہ (کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہو سکے)، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو کوئی رُوگردانی کرے گا (اللہ) اسے دردناک عذاب دے گا (جہاد پر جانا اور جہاد سے رکنا سب اللہ کے حکم کے تحت ہونا چاہیے)o‘‘

گویا قانونِ اسلام نے معذوروں کے ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے مستثنٰی قرار دیئے جانے کو ان کا بنیادی حق قرار دیا۔ اسلام کی تعلیمات سے یہ امر واضح ہے کہ:

(۱) اِسلام معذور اَفراد کو معاشرے کا قابلِ احترام اور باوقار حصہ بنانے کی تلقین کرتا ہے۔

(۲) اِسلام اس اَمر کی تعلیم دیتا ہے کہ معذور اَفراد کو خصوصی توجہ دی جائے اور انہیں یہ احساس قطعاً نہ ہونے دیا جائے کہ انہیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

(۳) معاشرتی اور قومی زندگی میں ان پر کسی بھی ایسی ذمہ داری کا بوجھ نہ ڈالا جائے جو ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہو۔

(۴) اسلام کے عطا کردہ جملہ حقوق کی عطائیگی میں معذوروں کو ترجیحی مقام دیا جائے تاکہ معاشرے میں ان کے اِستحصال یا محرومی کی ہر راہ مسدود ہو جائے۔